OPEN ACCESS
Journal of Arabic Research (AIOU)
jar.aiou.edu.pk
iri.aiou.edu.pk

کلاسیکی پنجابی شاعری پر عربی اثرات

(Impact of Arabic on Classical Punjabi Poetry)

٭ ڈاکٹر زیب النساء
لیکچرار پنجابی، شعبہ پاکستانی زبانیں، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد
٭٭ ڈاکٹر حاکم علی برڑو
اسسٹنٹ پروفیسر سندھی، شعبہ پاکستانی زبانیں، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

Abstract

Abstract: Punjab is a land of unmatched beauty and fertility. Invaders from all over the world attracted towards it due to its richness. These invaders brought their culture, civilization and language with them. That's why other civilizations and languages put an effect here. Punjabi language and literature due to its flexibility, can accept the words, idioms, genres and themes from borrowed sources but pours its flavor in them to enhance its charm. Arabic is such a language which has deep effect on Punjabi language. Being a religious language of the muslims, it has stronger impact on Punjabi literature and language regarding vocabulary, genres, and themes. In this article, and attempt has been made to analyze these impacts on classical Punjabi poetry with suitable instances.

Keywords: Punjab, Arabic, Religious, Language, Muslims, Impact, Classical Punjabi Poetry

قدرت کی فیاضی ہے کہ پنجاب وسیع و عریض خطہ ہے اور اس کی زبان کا دامن بھی وسیع ہے چار رتوں کی دھرتی میں رنگ و بو اور حسن و عشق کے انمول جذبات پنہاں ہیں ان رتوں، رنگوں اور جذبوں کو مختلف معنی دان کرنے کے لیے اس کے عوام نے عقل و دانش کو بروئے کار لا کر اپنی زبان کو مالامال کر دیا۔ جیسے جیسے وقت اور حالات

نے پلٹا کھایا ویسے ویسے پنجابی زبان کا مزاج بھی بدلتا گیا۔ اس کی لچکداری کی بدولت اس کے ذخیرہ الفاظ میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔ بیرونی حملہ آوروں کی بدولت اس میں دیگر زبانوں کے الفاظ رچ گئے، جن میں ایک عربی ہے۔

پنجابی زبان پر عربی اثرات کی موجودگی کے بارے میں حتمی طور پر تو کچھ کہنا مشکل ہے لیکن موجودہ شواہد کو پرکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ عرب تاجروں، ملاحوں اور سیاحوں کی وجہ سے پنجابی زبان میں عربی الفاظ کا دخول شروع ہوا۔ اس کے بعد 712ء میں محمد بن قاسم کی سندھ میں آمد کے بعد جب برصغیر میں اسلام پھیلا تو پنجابی زبان پر عربی نمایاں طور پر اثرانداز ہوئی کیونکہ کہ جو عرب مسلمان محمد بن قاسم کے لشکر کے ساتھ آئے تھے انھوں نے اپنی عادات و اطوار اور اعلیٰ اخلاقیات سے برصغیر کے عوام کو فکری انقلاب سے روشناس کرایا۔ ان عرب بزرگوں نے تبلیغ اسلام کے لیے یہاں کی مقامی زبان کو اپنایا جب کہ ان کی مادری زبان عربی تھی جس کی بنیاد مضبوط لسانی و ادبی روایات پر استوار تھی یوں عربی زبان کا یہاں کی مقامی زبانوں پر اثرانداز ہونا فطری عمل تھا۔

830ء میں مسلمانوں کے کابل فتح کرنے کے بعد اس راستے سے اسلامی مبلغین کی بڑی تعداد برصغیر میں وارد ہونے لگی۔ تاہم پنجابی زبان پر عربی کے نمایاں اثرات غزنوی خاندان کے حملوں سے شروع ہوئے۔ غزنوی کے بعد غوری اور پھر پہلی باقاعدہ اسلامی سلطنت کی بنیاد قطب الدین ایبک نے 1206 میں ڈالی جو کہ 1857 کی جنگ آزادی تک قائم رہی۔ اس دوران خاندان غلاماں، خلجی، تغلق، سادات، لودھی اور آخر میں مغلیہ خاندان برسر اقتدار رہا۔ مسلمانوں کے دور میں نشوونما پانے کی وجہ سے پنجابی زبان میں عربی کے اثرات بتدریج گہرے ہوتے چلے گئے اور بہت سے عربی الفاظ پنجابی کا اٹوٹ انگ بن گئے کہ آج ایک پنجابی بولنے والا عربی الفاظ انتہائی بے تکلفی سے استعمال کرتا ہے اس بات سے بے خبر کہ یہ الفاظ پنجابی کے ہیں یا بدیسی۔ اس بارے میں حمید اللہ ہاشمی یوں رقم طراز ہیں:

> "قصہ مختصر موجودہ پنجابی زبان اسلامی عہد کی یادگار ہے۔ اس کی ترقی میں مسلمانوں نے معقول حصہ لیا۔ موجودہ زبان، پنجاب کی قدیم زبان پر اسلامی اثرات کا نتیجہ ہے۔ اس کی ساخت میں ہندی، عربی، فارسی، ترکی اور انگریزی کا عنصر موجود ہے۔ ایک مسلمان عربی

اور فارسی کے الفاظ اس بے تکلفی سے استعمال کرتا ہے کہ سننے والے
کو اس کا مفہوم بصراحت سمجھ میں آسکتا ہے۔"(1)

اسلامی ریاست کے استحکام کے بعد پنجاب میں جو مدارس قائم ہوئے ان میں مبلغین حضرات تو پنجابی تھے لیکن ان مدارس میں پڑھایا جانے والا نصاب قرآن، حدیث، فقہ، منطق، طب اور گلستان و بوستان پر مشتمل تھا یوں پنجابی زبان کی آبیاری عربی زبان پڑھنے اور پڑھانے والوں کی آغوش میں ہوئی۔

پنجابی ادب کا آغاز آٹھویں صدی عیسوی میں ہو چکا تھا۔ اس دور کو ناتھ جوگیوں کا دور بھی کہا جا سکتا ہے جن کے کلام کے کچھ نمونے امتداد زمانہ کی دستبرد سے محفوظ ہو کر ہم تک پہنچے ہیں۔ اس دور کے پنجابی ادب میں کن پاٹے جوگیوں کے علاوہ مسلمان صوفیائے کرام کا بھی خاصا حصہ ہے۔ اسلام نے ان جوگیوں کے کلام پر موضوعاتی اور لغوی حوالے سے اثرات مرتب کیے۔ مثال کے طور پر حاجی بابا رتن ناتھ جس کے مذہب کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ محققین ان کو ہندو جوگی یا سادھو خیال کرتے ہیں جب کہ کچھ تذکرہ نگاروں کا خیال ہے کہ وہ پہلے عیسائی تھے پھر مسلمان ہوئے۔ ان کا ایک شعر جو سکھوں کی ادبی تواریخ میں ملتا ہے:

روپا محمدؐ سونا خدائے
دوہنہ وچ دنیا غوطہ کھائے

ترجمہ: محمدؐ چاندی اور خدا سونا ہے، دنیا دونوں کے درمیان غوطہ کھا رہی ہے۔(2)

بارہویں صدی عیسوی میں پنجابی زبان کے پہلے باقاعدہ شاعر بابا فرید گنج شکرؒ کا نام آتا ہے جنہوں نے اعلیٰ تعلیمات عوام الناس تک پہنچانے کے لیے یہاں کی مقامی زبان پنجابی کو آزمایا۔ ان کا کلام سکھوں کی مذہبی کتاب گرنتھ صاحب میں شامل ہو کر محفوظ ہو گیا۔ ان کی صاف ستھری پنجابی پر عربی اثرات کی جھلک نمایاں طور پر محسوس کی جا سکتی ہے:

صبر منجھ کمان اے، صبر کا نیہنو
صبر سندا بان، خالق خطا نہ کری

ترجمہ: صبر کمان کی مانند ہوتا ہے، صبر وہ ڈوری ہے جس سے تیر چلایا جاتا ہے، صبر ہی وہ تیر ہے جسے خالق کبھی خطا نہیں جانے دیتا یعنی صابروں کو خدا کی طرف سے ہر نعمت سے وناز اجاتا ہے۔(3)

بابا فرید گنج شکرؒ نے صبر و شکر کا درس دیتے ہوئے عربی زبان سے "خبر"، خالق اور خطا کے الفاظ مستعار لیئے ہیں۔ لامتناہی تصورات سے بھرپور ان کے کلام میں عربی الفاظ کی موجودگی مذہب و انسانیت کا پرچار موثر انداز سے کرتی ہے۔ جیسا کہ اس شلوک میں منافق لوگوں کا طور طریقہ بیان کرنے کے لیے عربی الفاظ سے استفادہ کیا گیا ہے:

فرید اکھ مُصلا، صُوف گل، دل کاتی، گڑ وات
باہر دسے چاننا، دل اندھیاری رات

ترجمہ: اے فرید کاندھے پر مصلا، گلے میں اونی کفنی، دل چھری
طرح تیز ہیں مگر زبان سے میٹھی میٹھی گفتگو کرتے دکھائی دیتے ہیں
دراصل یہی لوگ منافق ہیں جن کا ظاہر بڑا روشن دکھائی دیتا ہے مگر
ان کے دل اندھیرے میں ڈوبے ہوئے ہیں۔(4)

پنجابی شاعری کے افق پر بابا فریدؒ کے بعد شاہ حسین کا نام چمکتا دکھائی دیتا ہے۔ ابن العربی کے فلسفہ وحدت الوجود کو اپنی شاعری میں ڈھالتے ہوئے یہ صوفی شاعر عربی الفاظ کا استعمال نہایت قرینے سے کرتے ہیں:

ربا میرے حال دا محرم تو

اندر تُوں ہیں، باہر تُوں ہیں، رُوم رُوم وچ تُوں
تُوں ہیں تانا تُوں ہیں بانا، سبھ کُجھ میرا تُوں
کہے گا حسین فقیر نمانا، میں ناہیں سبھ تُوں

ترجمہ: یا رب! تو ہی میرے حال کا جاننے والا ہے

میرے اندر بھی او باہر بھی تو ہی بستا ہے، تُو میری رگ رگ میں سمایا ہوا ہے، تو ہی میرا تانا اور تو ہی میرا بانا ہے، میرا سب کچھ تیری بدولت ہے، بے چارہ حسین فقیر کہتا ہے "میں نہیں بلکہ تو ہی سب کچھ ہے۔"(5)

پنجابی شاعری میں عربی الفاظ کا ڈھیر استعمال ملتا ہے اور خاص طور پر کلاسیکی پنجابی شاعری میں مذہبی اثرات کے تحت عربی الفاظ کثرت سے ملتے ہیں۔اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ قرآن پاک کی زبان عربی ہے اور صوفی شعرانے مذہبی موضوعات پر جو شاعری تخلیق کی وہ برصغیر کی مقامی زبانوں میں ہے۔مثال کے طور پر پنجابی زبان میں "بارہ انواع" اور پکی روٹی" سمیت بہت سی کتب میں عربی زبان اور اسلوب کے اثرت ملتے ہیں۔اس بارے میں سید سبط الحسن ضیغم اپنے خیالات کا اظہار کرتے لکھتے ہیں:

> "بنیادی طور پر پنجابی ایک دراوڑی بچہ ہے جس نے فارسی زبان کا دودھ پیا، عربی زبان گود میں کھیلا اور اسی سے تربیت حاصل کی۔ پنجاب میں آکر بسنے والے دوسرے نسلی گروہوں کے صوتی اثرات بھی قبول کیے مگر عربی زبان و ادب کے اس پر غیر معمولی احسانات اور اثرات ہیں کیوں کہ دینی ذخیرہ الفاظ اور اسلامی فکر اور تہذیبی اثرات قبول کرنے میں اس دھرتی کے خصائص نے غیر معمولی فیاضی دکھائی۔ جس کے نتیجہ میں بھارت میں شامل علاقوں میں آباد لوگوں کے مقابلہ میں یہاں اسلام کی وسیع پیمانہ کے مطابق آبیاری ہوئی۔"(6)

بلاشبہ اسلامی فکر کو عوام الناس تک پہنچانے کے لیے پنجابی صوفی شعرانے عربی و دینی ذخیرہ الفاظ سے استفادہ کیا جیسا کہ نفسانی خواہشات سے بچنے اور سماجی اخلاقیات کی تلقین کرنے کے لیئے سلطان باہوؒ نے ان الفاظ کا سہارا لیا ہے:

اَلستُ بِربِّکُم سُنیا دل میرے نت قالوا بلیٰ کو کیندی ہُو
حُب وطن دی غالب ہوئی ہک پل سون نہ دیندی ہُو
قہر پوے تینوں رہزن دنیا توں تاں حق دا راہ مریندی ہُو
عاشقاں مول قبول نہ کیتی باہُو توڑے کر زاریاں رویندی ہُو

ترجمہ: جب سے (روزِ میثاق سے) دل نے الست بربکم (کیا میرے رب ہونے کا اقرار کرتے ہو) سنا ہے تب سے وہ زور زور سے پکارتے ہوئے قالوا بلیٰ (ہاں تو ہمارا رب ہے) کا اقرار کر رہا ہے۔ اپنے اصل وطن جانے کی چاہت اس قدر غالب ہوئی کہ لحظہ، گھڑی آرام نصیب نہیں اَے تباہ و برباد کرنے والی دنیا تجھ پر خدا کا قہر کہ تو ہر وقت اللہ کے بندوں کو لوٹنے کی فکر میں رہتی ہے۔ باہو! یہ دنیا اپنی دلکشی کے سبب بار بار عاشقوں کے سامنے بن سنور کر (رورو کر) آتی ہے مگر وہ اسے قبول کرنے سے گریز کرتے ہیں۔"(7)

بلھے شاہ نڈر اور بے باک صوفی شار ہیں ان کا کلام زمان و مکان کی حدود کو توڑتا ہوا آفاقیت کے درجے پر فائز ہو چکا ہے اور ان کی آفاقیت کا دار و مدار کلام کی تاثیر میں ہے جس میں عربی الفاظ کا استعمال انگوٹھی میں نگینے کی طرح چمک رہا ہے:

نَحن اَقربُ لکھ دتوئی
ھُو معکم سبق دتوئی
وفی انفسکم حکم کیتوئی
پھر کیہا گُھو نگھٹ پائیوئی
نَحن اَقربُ کی بنسی بجائی
مَن عرَفت نفسُہ کی کُوک سنائی

ترجمہ: میں شاہ رگ کے ذریعے تیرے نزدیگ ہوں، میں تیرے ہمراہ ہوں، تُو مُجھے اپنے آپ میں پہچان، یہاں آپ شاہ رَگ کے نزدیک کی بانسری کا ذکر کرتے ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ شاہ رَگ میں داخل ہو کر رب کے کلمہ یا شبد کی بانسری سنائی دیتی ہے۔"(8)

بلھے شاہ کے ہم عصر اور پنجابی زبان کا شیکسپیئر کہلانے والے وارث شاہ کی لازوال تخلیق "ہیر" کا شمار ادبیات عالم میں کیا جاتا ہے۔ فنی و فکری خوبیوں سے مزین اس شاہکار پر عربی کے بے شمار اثرات دیکھے جا سکتے ہیں َعربی زبان کے الفاظ کا استعمال تو ایک طرف اس میں عربی تلمیحات عربی ضرب الامثال و محاورات کا کاورتارا انتہائی قرینے سے کیا گیا ہے جو پڑھنے والے کے دل و دماغ کو جلا بخشتا ہے:

مسجد بیت العتیق مثال اہی خانے کعبوں ڈول اُتاریا نیں
گویا اقصیٰ دے نال دی بھین دوئی شاید صندلی نور اُساریا نیں
پڑھن فاضل درس درویش مفتی خوب کڈھ الحان پر قاریاں نیں
تعلیل میزان تے صرف بہائی صرف میر بھی یاد پکاریاں نیں
قاضی قطب تے کنز انواع باراں مسعودیاں جلد سواریاں نیں
خانی نال مجموعہ سلطانیاں دے اتے حیرت الفقہ نواریاں نیں
فتاویٰ برہنہ منظوم شاہاں نال زُبدیاں حفظ قراریاں نیں
معارجُ النبوت خلاصیاں توں روضہ نال اِخلاص پساریاں نیں
زاردیاں دے نال شرح مُلاں زُنجانیاں نحو نتاریاں نیں
کرن حفظ قرآن تفسیر دوراں غیر شرع نوں دریاں ماریاں نیں

ترجمہ: "مُلاں نے کہا مسجد تو بیت العتیق کے جیسی ہوتی ہے تبھی تو اس کا سارا نقشہ خانہ کعبہ کے جیسا ہے۔ یہ مسجد اقصیٰ کی دوسری بہن ہے جبکہ اس کی کرسی کو نور سے تیار کیا گیا ہے۔ یہاں درویش، مفتی اور عالم فاضل لوگ درس دینے آتے ہیں اور خوش الحانی سے قرآت کرتے ہیں۔ تعلیل، میزان، صرف بہائی، صرف سیر یہاں یاد کرائی جاتی ہیں۔ کئی قاضی تو یہاں کنز، بارہ انواع اور مسعودیوں کے مسودے سنوانے میں لگے رہتے ہیں۔ خانی حیرت الفقہ اور مجموعہ سلطانی کا یہاں پر تقابلی مطالعہ اور جائزہ لیا جاتا ہے۔ یہاں پر فتاوی برہنہ، منظوم شاہاں کو زُبدیوں کے ساتھ یاد بھی کروایا جاتا ہے۔ یہاں پر معارج النبوت کے خلاصے تیار کیے جاتے ہیں اور ان کو اخلاص کا باغ بنایا جاتا ہے۔ یہاں شرح مُلاں زنجانی اور نحو کی پرکھ پڑچول کی جاتی ہے۔ یہ مسجد ہی ہے جہاں قرآن پاک حفظ کرایا جاتا ہے، تفسیر پڑھائی جاتی ہے، دَور کرائے جاتے ہیں جبکہ غیر شرعوں کو دُروں سے مارا جاتا ہے"۔(9)

عربی الفاظ، محاورات اور تلمیحات سے بھرپور یہ اشعار وارث شاہ کی قادر الاکلامی کے ساتھ اس کی تخلیق پر عربی اثرات کا پتہ دیتے ہیں َعربی کے الفاظ و محاورات وہ انتہائی چابکدستی اور خوش اسلوبی سے استعمال کرتے ہیں کہ اجنبیت کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔

سید ہاشم شاہ کے خاندان والے کہتے ہیں کہ وہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے جبکہ پنجابی ادب کے بیشتر محققین اور تذکرہ نگار اس بات پر متفق ہیں کہ ان کا جنم امرتسر میں ہوا۔ ان کی والدہ ماجدہ کے بارے میں بھی قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ عربی النسل تھیں غالباً یہ بھی وجہ تھی کہ ان کے کلام میں عربی الفاظ کا استعمال ملتا ہے:

ہاشم شاہ کا تخلیق کردہ قصہ سسی پنوں پنجابی ادب کا شاہکار ہے اس میں عربی الفاظ و محاورات کا انجذاب تاثر کو دوچند کرتا اور زبان میں نکھار پیدا کر دیتا ہے:

سسی سخت غمیں وچ آہی درد فراق رنجانی
نہ کجھ سرت آواز نہ دیندی نہ کجھ ہوش ٹکانی
روح روحاں وچ پھرے سسی دا ملک الموت نشانی
ہاشم بھیج بلوچ سچے رب پھیر دتی زندگانی

ترجمہ: سسی درد فراق کی ماری ہوئی تھی اس لیے بڑی افسردہ لگ رہی تھی، اس کے ہوش و ہواس اُڑے ہوئے تھے اور نہ ہی وہ منہ سے کچھ بولتی تھی گویا اس کی روح دوسری روحوں میں گھوم پھر رہی تھی اور ملک الموت اس کی نشانی تھی، اے ہاشم! رب سچے نے بلوچوں کو بھیج کر اس کو نئی زندگانی عطا کر دی تھی۔(10)

شاعر اخلاق کا خطاب پانے والے میاں محمد بخش کی تخلیقات کے نام ہی عربی زبان سے ماخوذ ہیں مثلاً سفر العشق، ہدایت المسلمین، تحفۂ رسولیہ وغیرہ۔ میاں صاحب عربی زبان کے عالم تھے ان کے اشعار میں عربی زبان کے الفاظ ملاحظہ کریں:

موتو قبل ان تموتو والا حرف صحیح جس پڑھیا
اس میدان محمد بخشا سر دتا پڑ کھڑیا(11)

میاں محمد بخش عشق کو، ابدی دنیا میں کامیابی کی ضمانت سمجھتے ہیں ان کے نظریہ عشق کے مطابق راہ عشق میں جان دینے والے لافانی ہو جاتے ہیں:

پاک شہادت قتل ہووے گا جسے کر اس تلواروں
سدا حیاتی جان محمد مرنا ایس ازاروں(12)

جذبہ عشق کے بے شمار رنگ ان کی شاعری کے افق پر جگمگاتے ہیں اور عربی زبان و الفاظ کی چاشنی ان رنگوں کو مزید تابناک بناتی ہے۔

عربی زبان کے بے شمار الفاظ پنجابی زبان میں رچ بس گئے ہیں کہ یہ ان کو پنجابی سے الگ کرنا ممکن نہیں۔ زاہد، شراب، خمار، فراق، رحمٰن، رحیم، آب، حبل ورید، صوم، صلواۃ، خاکی، نوری وغیرہ کچھ ایسے الفاظ ہیں کہ عربی زبان سے ناآشناک پنجابی شخص بھی غیر محسوس انداز سے انہیں ادا کر جاتا ہے۔

بہت سی اصناف سخن عربی ادب سے پنجابی میں در آئی۔ ان میں قصیدہ، مرثیہ، حمد، نعت منقبت، ہجو اور غزل وغیرہ شامل ہیں۔ نظم کا لفظ بھی عربی زبان سے اردو اور دیگر زبانوں میں داخل ہوا۔ اس کے علاوہ بہت سی اصناف سخن کے نام بھی عربی زبان سے مستعار لیئے گئے ہیں جیسا کہ رباعی، مخمس، مسدس، مسمط وغیرہ۔ پنجابی میں لکھی گئی کچھ داستانیں عربی سرزمین سے وابستہ ہیں مثلاً یوسف زلیخا، امیر حمزہ اور لیلیٰ مجنوں وغیرہ۔ معراج شریف اور کربلا کا واقعہ اور سیرت نگاری بھی پنجابی ادب کا قیمتی اثاثہ ہے جو عربی ادب سے پنجابی میں داخل ہوئی۔

اس ساری بحث کو ایک پیرائے میں سموئے ہوئے کہا جا سکتا ہے پنجابی زبان و ادب پر عربی زبان کے ان گنت احسانات ہیں۔ پنجابی زبان وہ ضخیم اور زندہ زبان ہے جس نے اپنے دامن میں دوسری زبانوں کے ساتھ ساتھ عربی زبان کے الفاظ و اثرات خوش دلی سے قبول کیئے ہیں اور آج یہ الفاظ پنجابی زبان کے اصل الفاظ معلوم ہوتے ہیں۔

حوالہ جات

1. ہاشمی، حمید اللہ، مختصر تاریخ زبان وادب پنجابی، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، طبع پنجم، 2012ء، ص48
2. ایضاً، ص76
3. بابا فرید گنج شکرؒ، رُکھی سکھی کھا کے ٹھنڈا پانی پی، کلام بابا فرید مع اردو ترجمہ از امجد علی بھٹی، راولپنڈی، رُمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز، س ن، ص80
4. ایضاً، ص52
5. شاہ حسین، کلام شاہ حسین (مع اردو ترجمہ) از ڈاکٹر انعام الحق جاوید، امجد علی بھٹی، لاہور، عزیز پبلشرز، 2005ء، ص35
6. سبط الحسن ضیغم، سید (مرتب) قصیدہ بردہ شریف، لاہور یکے از مطبوعات پیکجز لمیٹیڈ، 2002ء، ص29
7. سلطان باہوؒ، کلام سلطان باہوؒ (مع اردو ترجمہ) مترجمین ڈاکٹر انعام الحق جاوید، امجد علی بھٹی، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، 2016، ص35
8. بلھے شاہؒ، سائیں بلھے شاہؒ، از جے آر بیپوری، ٹی۔ آر۔ شنگاری، لاہور، فکشن ہاؤس، 1999ء، ص92
9. وارث شاہ، ہیر وارث شاہ (مع اردو ترجمہ) از امجد علی بھٹی، احسان اللہ طاہر، لاہور، فکشن ہاؤس، 2007ء، ص31،32
10. ہاشم شاہ، کلام ہاشم شاہ (مع اردو ترجمہ و فرہنگ) از احسان اللہ طاہر، امجد علی بھٹی، لاہور، عزیز پبلشرز، 2006ء، ص91
11. میاں محمد بخش، سفر العشق یعنی قصہ سیف الملوک و بدیع الجمال، لاہور، شیخ غلام حسین اینڈ سنز، س ن، ص36
12. ایضاً، ص34